کہ یہ خبر آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی کہ اولاد کی دین کرامت علی شاہ کے ہاتھ میں تھی ۔ پھر کیا تھا ، بے اولادوں کا تانتا بندھ گیا ۔ کرامت علی شاہ نے بہت روکا ، بہت روکا ، مگر آخر کب تک ۔ بے اولاد عورتوں کے رونے دھونے ، ان کی آہ و فریاد ، منت سماجت ، اور نذر و نیاز کی فراوانی کے سامنے مجبور ہو کر کرامت علی شاہ نے اِستخارے کرنے شروع کر دیئے ۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ ، کہ اِستخارے کے اندر جس کسی کے بارے میں ولادت کا اشارہ ملتا وہ اولاد کی دولت سے مالامال ہوتا ۔ اشارہ کبھی جھوٹ نہ نکلتا ۔ یہ دوسری بات تھی کہ دس میں سے دو ایک کو ہی اولاد کا اشارہ ملتا ، باقیوں کو انکار کی مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ۔ مگر اِس سے کرامت علی شاہ کی مشہوری اور حاجت مندوں کی آمد میں کوئی کمی نہ آئی ، بلکہ متواتر اضافہ ہوتا چلا گیا ۔ اب دن کیا اور رات کیا ، بانجھ عورتیں اور بے پھل مرد کرامت علی شاہ کے ڈیرے کا احاطہ کئے رہتے ۔ رحمت علی کی خبر کے ٹھیک آٹھ ماہ بعد اُس کے ہاں بیٹا تولد ہوا ۔ جس روز رحمت علی کی آمد رکھوال میں ہوئی ، اُس روز کا سماں دیکھنے کے لائق تھا ۔

آگے آگے ڈھول والے تھاپ دیتے ہوئے آرہے تھے اور پیچھے چاروں بھائی گھوڑوں پہ سوار گلے میں ایک ایک ہار ڈالے ، جلوس کی راہنمائی کر رہے تھے ۔ ساتھ ساتھ اُن کے نوکر بیسیوں ہار چاندی کی طشتری میں ڈھیر کئے ، طشتری کو بیل گاڑی میں رکھے لا رہے تھے ۔ پیچھے کچے کھوہ کی ساری چوہان برادری ، کچھ گھوڑا اور گدھا گاڑیوں پہ کچھ پیدل چلے آرہے تھے ۔ صرف ایک بات حسبِ معمول نہ تھی ۔ کوئی ڈالی ، کوئی نذر نیاز کے تھال ، کوئی نوٹوں کے ہار ، کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا ۔ ہاں ایک غیر معمولی شے نظر آرہی تھی ۔ یہ ایک ڈولی تھی جو بیل گاڑی پہ باروں کی طشتری کے پاس رکھی تھی ۔ جب یہ جلوس کرامت علی کے ڈیرے میں داخل ہوا تو سارا گاؤں دیکھنے کو باہر نکل آیا ۔ رحمت علی طشتری سے ہار ایک ایک کر کے اُٹھائے اور کرامت علی شاہ کے گلے میں پہناتے گئے ۔ پھر باروں سے لدے پھندے کرامت علی کو چاروں بھائیوں نے اُٹھا کر ڈولی میں بٹھلایا ۔ کرامت علی شاہ ایسا حیران پریشان کہ مزاحمت کرنے کی بھی توفیق نہ ہوئی ، آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھتا رہا ۔ جب وہ ڈولی میں بیٹھ چکا تو چوہانوں نے ڈولی کا رُخ شہر کی جانب موڑ دیا ۔ پھر جو وہ ڈھولوں کی دھمک پر ،

2009/08/27 19:45

بیچ بیچ میں 'پیر کرامت علی شاہ ، زندہ باد' کے نعرے لگاتے ، وہاں سے چلے تو سیدھا ضلع کچہری میں جا کر دم لیا ۔ وہاں وکیل ، قانون گو ، پٹواری ، عرضی نویس ، پہلے سے کاغذات مکمل کئے کھڑے تھے ۔ اُسی وقت تحصیلدار مجسٹریٹ درجہ دوئم کی عدالت میں حاضر ہوئے ، گواہان کو پیش کیا ، اور چوہانوں کی ملکیت سے دو مُربع زرعی اراضی پیر کرامت علی شاہ کے نام لگا دی ۔ جب رجسٹری ہو رہی تھی تو کرامت علی شاہ نے ، جس کے نام کے ساتھ اُسی روز مجمعے نے پیر کا لقب لگا دیا تھا ، تھوڑی بہت مزاحمت کی کوشش کی ، نہ نہ کیا ، مگر رحمت علی اور اُس کے بھائی ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے ، بولے 'شاہ جی ، یہ ہمارا آپ کا معاملہ نہیں ، ہماری قوم کا معاملہ ہے ۔ ہمارے پاس اِس وقت پیسہ بے انت ، زمین کا گھیر بھی بے حساب ، مگر چوہان قوم میں نہ کوئی وزیر نہ فقیر ، پھر کیا فائدہ ؟ نہ اثر نہ رسُوخ ۔ آپ کا نام بیس گاؤں میں سُنائی دیتا ہے ۔ قوم کی مدد سے بیس ہزار میں گُونجے گا ۔ کچا کھوہ آپ کی قوم کا گڑھ ہے ۔ آپ کا مقام رکھوال میں نہیں ، کچے کھوہ میں ہے ۔ اب یہ زمین آپ کی ہے ، آپ چاہیں تو اِس پہ مقام کریں ، چاہیں تو اُٹھا کر کِسی کو دے دیں' ۔

کرامت علی شاہ کے پاس کوئی چارہ نہ رہا ۔ اُس نے اپنے ایک پیروکار کو اشارہ کیا ، جِس نے رجسٹری لے کر اپنے پاس رکھ لی ۔ پھر ڈولی گاؤں کو چلی ۔ گاؤں واپس پہنچ کر پیر کرامت علی شاہ اِسی تذبذب میں رہا کہ اب کیا کیا جائے ۔ اِتنا بڑا چڑھاوا آج تک اُسے نہیں چڑھا تھا ۔ دوسری طرف رکھوال اُس کے باپ دادا کا گاؤں اور اُس کی طریقت کے آغاز کا اصل مقام تھا ، آسانی سے چھوڑا نہیں جا سکتا تھا ۔ رحمت علی اور اُس کے بھائی ہر روز رکھوال آتے اور گذارش دُہراتے ، کہتے کہ ایک اُنگلی کے اشارے کا انتظار ہے ، وہ دنوں میں کچے کھوہ کے اندر ڈیرہ کھڑا کر دیں گے ۔ آخر کئی روز کی سوچ بچار ، صلاح مشورے ، نفع نقصان اور اونچ نیچ کا جائزہ لینے کے بعد پیر کرامت نے اپنی برادری کی چابلت اور زمین کی کشش کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ۔

اشارے کی دیر تھی کہ رحمت علی نے اپنے قول کے مطابق کام شروع کر دیا ۔ لگتی ہوئی دو ایکڑ زمین کا احاطہ کر کے ڈیرے کی عمارتیں کھڑی کر دیں ۔ اب پیر کرامت علی شاہ کے کُوچ کی تیاریاں شروع ہوئیں ۔ اِن چند سالوں میں اِتنا

2009/08/27 19:46

سازوسامان اِکٹھا ہو چُکا تھا کہ رکھوال کے ڈیرے کا دالان اور دو کمرے ، اور چوہدری برکت علی کا گھر سب چھتوں تک پُر تھے ۔ اِس سامان کو بَیل گاڑیوں پر لاد کر بھیجنا شروع کیا تو کئی دِن لگ گئے ۔ بد قسمتی سے اسی دَوران میں چوہدری برکت علی بیمار پڑے اور تین روز کے اندر قضائے اِلٰہی سے وفات پا گئے ۔ سارا کام رُک گیا ۔ اُن کے جنازے پر سینکڑوں لوگ شامل ہوئے ۔ پیر کرامت علی شاہ نے چالیس روز تک دم پھونک ، تعویز ، عمل اور استخارے سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے حُجرے میں بند رہا ، جبکہ باہر ہر روز ختم قرآن کی دیگیں چڑھتی رہیں ۔ چالیس روز کے بعد کُوچ دوبارہ شروع ہوا ۔

جب پیر کرامت علی شاہ کچے کُھوہ میں پہنچا تو اِس کے ہمراہ کئی سو پیروکار جلوس کی شکل میں اُسے رخصت کرنے کی خاطر گئے ۔ اُس کی بیوی اور بچے اور دونوں ماؤں کے واسطے گاؤں میں مکان ، اور سامنے کچھ دُور پیر کا ڈیرا مکمل تیار کھڑا تھا ۔ ڈیرے میں حجرہ خاص کے دو کمروں کے علاوہ کچے اور پکے کئی کمرے تھے ۔ حُجرے کی چھت پر بہت موٹا اور مضبوط بانس گڑا تھا جس پہ بڑا سا سبز جھنڈا لہرا رہا تھا ۔ جھنڈے پر سنہری الفاظ میں کلمۂ طیبہ لکھا تھا ۔ احاطے کی دیوار کے بیچ کھلا سا گیٹ نصب تھا جس کی چوڑائی میں سے دو بیل گاڑیاں گزرتی تھیں ۔ گیٹ کے اُوپر بورڈ لٹک رہا تھا جس کے اُوپر لکھا تھا : "ڈیرہ پیر کرامت علی شاہ ، موضع کچا کھوہ ، تحصیل لاہور ۔ ضلع پنجاب ۔" دیکھنے پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے رکھوال کا ڈیرہ وہاں سے اُٹھوا کر ، گویا جادو تعویز کے اثر سے بڑے سائیز میں پھیلا کر کچے کُھوہ میں لا کر رکھ دیا گیا ہو ۔

زمینی پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ انسانی سلسلے کا پھیلاؤ بھی ناگزیر تھا ۔ چنانچہ سب سے اول نام کے ساتھ پیر کا اضافہ ہوا اور گیٹ کے بورڈ پر لمبی سی عبارت تحریر ہوئی ۔ اُس کے بعد پہلا کام جو ہوا اُس سے پیر کرامت علی شاہ کی بیعت کا سلسلہ جاری ہوا ۔ اِس کا عمومی انداز تو ایسا قائم ہے کہ کوئی بزرگ پہلے جا کر اپنا ایک مُرشد پکڑتا ہے ، پھر کچھ عرصے کے بعد وہ مُرشد اُسے اپنے امتحان سے گزارنے کے بعد اپنی بیعت کا سلسلہ قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے ۔ مگر پیر کر[illegible] بدل چکا تھا ۔ اب اُس کا انداز ایسا تھا کہ اُس نے ان لوازمات کو خاطر میں لانا گوارا نہ کیا ۔ چنانچہ جب پہلی بار رحمت

2009/08/27 19:46

علی اور اُس کے بھائیوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ کسی مُرشد سے اپنی بیعت کے اجراء کی اجازت حاصل کر لینی چاہیئے ، تو پیر کرامت علی شاہ نے یہ کہ کر کہا "مرید بھی یہاں اور مُرشد بھی یہاں اللہ کی راہوں پر کوئی رکاوٹ نہیں ۔" بلا تامّل اپنا الماس کی انگوٹھی والا ہاتھ آگے بڑھا دیا ۔ چوہان برادران نے جب یہ جلال دیکھا تو بِلا حُجت سر جُھکا کر ہاتھ کو چُوما اور بیعت کر لی ۔ اُس کے بعد چوہان برادری کے سب افراد نے باری باری بیعت کی ۔ یہاں سے پیر کرامت علی شاہ کی صحیح طریقیت کا آغاز ہوا ، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اب خلقِ خدا اپنی عرضیں اور منتیں لے کر ہی نہ آتے بلکہ بے حاجت بھی ، محض آخرت میں اپنی بخشش کی خاطر پیر کا ہاتھ تھامنے کی غرض سے آنے لگے ۔ بیعت کے ساتھ ہی پیر کرامت علی کے اپنے ارادی عمل کی ابتدا بھی ہوئی ۔ اب تک پیر کرامت علی کے سارے سلسلے کے قیام میں جو کچھ ہوا اُس کے بارے میں کہا جا سکتا تھا کہ اُس میں پیر کرامت علی شاہ کے اپنے ہاتھ کا قطعی دخل نہ تھا ۔ جو بھی رُونما ہوا وہ قدرت کی جانب سے ، اتفاق کی رُو سے ، خلقِ خدا کے ہاتھوں ، یا حالات کی بُنت و ریخت کے تحت عمل میں آیا ۔ اب بیعت کے ساتھ پہلی بار پیر کرامت علی شاہ نے اپنے سلسلے کو بڑھانے کی خاطر ایک قدم اُٹھایا ۔ اُس نے گیٹ کے بورڈ کو اُتروایا ، اُس کی عبارت مٹوائی اور اُس کی جگہ پر نئی عبارت تحریر کروائی : "ڈیرہ پیر کرامت علی شاہ ، سلسلۂ کرامتیہ ، موضع کچا کھوہ ۔ ضلع لاہور ۔" ۔

کچے کھوہ میں آمد کے بعد پیر کرامت علی کے حلقۂ ارادت میں دن دُونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی ۔ اب اُس نے پھونک ، دم ، تعویز ، دھاگے ، اور عمل کے علاوہ مُستقل و متواتر اولاد کی خاطر استخارے کرنے شروع کر دیئے ۔ نیز یہ کہ استخارے کے عمل سے ناکامی کی شرط کا ذکر ہٹا دیا ۔ مقصود اِس سے یہ تاثر تھا کہ اِس عمل کی کامیابی کے امکان بھی ایسے ہی تھے جیسے کہ پیر صاحب کے دوسرے عوامل کے ۔ اِس سے فی الحقیقت تو کامیابی کے مواقع میں اضافہ نہ ہوا ، مگر یہ اثر ضرور ہوا کہ پیر کرامت علی کی شہرت دیہاتوں سے نکل کر شہروں ، اور شہروں سے بڑے شہروں حتّٰی کہ صُوبے کے ایک بڑے حصے تک پھیل گئی ۔ دُور دُور کے شہروں سے لوگ ، خاص طور پر عورتیں ، پڑھی لکھی اور فیشن ایبل [illegible] عورتیں [illegible] کر آنے لگیں ۔ عورتیں رات بھر

2009/08/27 19:47

ڈیرے پہ قیام کرتیں ، استخارے کا عمل کرواتیں ، پیسے اور زیورات کا چڑھاوا کرتیں ، اور اگلے روز دل کی تمنا پوری ہونے پر واپس لوٹ جاتیں ۔ ان لوگوں کے دلوں میں پیر صاحب پر یقین کامل ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ پیر صاحب ایسے تھے جو اُن سے اُنہی کے لب و لہجے میں بات چیت کرنے کے اہل تھے ۔ اِن لوگوں نے پہلے کسی دیہات میں بیٹھا ہوا کوئی ایسا پیر نہ دیکھا تھا جو انگریزی اور اُردو میں شُستہ گفتگو کرتا ، مُلک کے سیاسی اور مجلسی حالات پر نہایت شگفتہ مگر چبھتے تُلے اور مرعوب کن لہجے میں تبادلۂ خیال کرتا ، انگریزی اور اُردو کے اخبار پڑھتا اور غیر ممالک تک کے حالات کے حوالے دیتا تھا ۔ اس کے بعد جب وہ استغراق میں جاتا تو اُن سے آگے کسی اور سطح پر نکل جاتا ۔ یہ ایک ایسا پیر تھا جس کی مختلف تہوں کا اسرار اُنہیں مرعوب ہی نہیں ، مکمل طور پہ قائل بھی کر لیتا تھا ۔

اب پیر کرامت علی شاہ کی زندگی میں ایک اور مقام آیا ۔ آج تک اُس کا سلسلہ کمال آرام اور صُلح جُوئی کے ساتھ ترقی کرتا آیا تھا ، جیسے کہ اُس کے ہاتھ میں ہی قدرت نہیں بلکہ اُس کے سر پہ بھی خدا کے ہاتھ کا سایہ ہو ۔ اب پہلی بار اُسے بدامنی کا سامنا کرنا پڑا ۔ ہوا یوں کہ بیس کوس کے فاصلے پر واقع موضع پکّا کوٹھا تھا جہاں کے مشہور پیر سید جسامت علی شاہ ، جو بذاتِ خود مشہورِ عالم پیر چومڑہ شریف والوں کی گدی کے حلقۂ ارادت میں سے تھے ، کچّے کھوہ والے پیر کی مشہوری کی یہ صورت دیکھ کر اپنے حلقے کی حفاظت کی خاطر حرکت میں آگئے ۔ اُنہوں نے یہ شوشہ اُٹھایا کہ پیر کرامت علی شاہ بے مُرشد ہے بزعمِ خود سلسلہ قائم کر کے روایت سے مُنحرف اور خلافِ شرع حرکت کا مُرتکب ہوا ہے ۔ اِس پراپیگنڈا کی اکا دُکا خبریں کچّے کھوہ تک پہنچتی رہیں ، لیکن کسی نے اِس پر دھیان نہ دیا ۔ آخر ایک روز معاملہ حد سے گُذر گیا ۔ صُبح سویرے پیر کرامت علی شاہ کے احاطے کے عین درمیان میں ایک مُردہ کُتے کی پڑی ہوئی مِلی ۔ یہ احاطہ ، جِس کے اندر کُتے جیسے نجس جانور کو زندہ حالت قدم دھرنے کی اجازت نہ تھی ، اب ایک مُردہ کُتے کی لاش سے بے حُرمت کر دیا گیا تھا ۔ اِس شرارت سے پیر کرامت علی شاہ کے مُریدوں اور ساری چوہان برادری کا خون اُبل پڑا ۔ مُخبروں نے اطلاع دی کہ اس شرارت کی جڑ پکّے کوٹھے سے

2009/08/27 19:47

پھوٹی تھی ۔ چنانچہ سینکڑوں مُرید اور چوہانوں کے گھرانوں کے گھرانے کیل کانٹے سے لیس ہو کر پیر کے احاطے میں آ جمع ہوئے اور انتقام کا مطالبہ کرنے لگے ۔ پیر کرامت علی نے اُنہیں ایک رات رُکنے کا حکم دیا ۔ اُس رات کو پیر کرامت علی نے اِستخارہ کیا اور فتح کی خوشنودی پائی ۔ صُبح سویرے اُس نے اپنے ہجوم کو اشارہ دے دیا کہ جاؤ ، دُشمن کو زیر کرو ۔ ادھر سے گھوڑ سوار کے ہاتھ پیغام بھیجا گیا کہ کچے کھوہ والے بے حُرمتی کا بدلہ چکانے پکے کوٹھے آ رہے ہیں ، حق پر ہو تو نِکل کر مقابلہ کرو ۔ اُدھر سے جسامت علی شاہ کا لشکر بھی نِکل آیا ۔ گرمیوں کی کڑکتی دوپہر میں پکے کوٹھے سے ایک کوس باہر دونوں لشکر دُھول کی تھاپ اور برچھیوں کی چمکاہٹ میں ، دھُول کے بادل اُڑاتے اور جذبۂ ایمان سے سرشار للکارتے ہوئے ایک دوسرے کے مقابل آ کھڑے ہوئے ۔ دیکھنے والوں کا کہنا تھا کہ قیامت کا رَن پڑے گا اور بیسیوں جانیں ضائع ہوں گی ۔ مگر خُدا کا کرنا کیا ہوا کہ اُدھر پولیس کو بھی عین وقت پہ خبر ہوگئی اور علاقے کا ڈی ۔ ایس ۔ پی ۔ گارڈ لے کر موقعہ پر دونوں فریقوں کے بیچ آ پہنچا ۔ اُس نے اطراف کے کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا ، اور باقیوں کو گرفتاری کی دھمکیاں دے دِلا کر واپس بھیج دیا ۔ اِس طرح یہ معاملہ خون خرابے کے بغیر ختم ہوگیا ۔

آخر طاقت کے اِس مظاہرے کے بعد صُلح صفائی کی کوششیں ہونے لگیں ۔ عِلاقے کا بڑا زمیندار شیر بہادر جولیانہ آف مکھن چک ، جو اِس قومی حلقے سے ایم ۔ این ۔ اے بھی تھا ، بیچ میں آ کر ثالث مُقرر ہوا ۔ اِدھر سے رحمت علی ، اُس کا ایک بھائی ، اور پیر کرامت علی کے دو بڑے مُرید ، اور پیر جسامت علی کی جانب سے اُس کا ایک بھائی اور تین مصاحب لاہور میں شیر بہادر جولیانہ کی کوٹھی پر اکٹھے ہوئے ۔ کچھ لے دے کے بعد وہاں پر دونوں پیروں کے علاقوں کا بٹوارہ ہوگیا ۔ فیصلہ اِس طرح ہوا کہ زمین پر زبانی زبانی ایک حد دی گئی جس کے اِدھر کا علاقہ کچے کھوہ کا حلقۂ ارادت تسلیم ہوا ، اور اُدھر کا علاقہ پکے کوٹھے کے زیرِ اثر آیا ۔ ایک کو دوسرے کے علاقے پر بیعت چلانے اور مُرید لینے کی ممانعت کر دی گئی ، صرف منّتیں ماننے والوں اور خاص الخاص مُریدوں کو آزادی دی گئی کہ وہ اپنی غرض کے مطابق جس پیر صاحب کی ولائت میں چاہیں دل کی آرزو لے کر جا سکتے ہیں ۔ اِس فیصلے پر فریقین کا سمجھوتہ ہوا اور بالآخر

2009/08/27 19:47

معاملے کا خاتمہ بِالخیر ہوا ۔

اِس کانٹے کے بیچ سے نِکل جانے کے بعد جہاں پیر کرامت علی شاہ کی حیثیت بڑی حد تک جامع اور مسلّم ہوگئی ، وہاں اُس میں دو بڑی تبدیلیاں بھی واقع ہوئیں ۔ ایک تو اُس نے اچانک اپنے تن سے سارے کپڑے علیحدہ کر دیئے اور ایک لمبی سی سفید چادر بدن کے گِرد لپیٹ لی ۔ اُس دِن کے بعد سے اُس کے جِسم پر پوشاک کے طور سِوائے اِس ایک چادر کے کبھی کِسی کپڑے کا بار نہ ہوا ۔ دن اور رات ، گرمی اور سردی ، اندر اور باہر ، گھر اور سفر میں ، سوتے اور جاگتے اُس کے جِسمِ خاکی کی شرم صرف اِس سفید براق چادر سے ڈھکی ہوتی ۔ اسی چادر کا ایک پلو اُس نے سر پہ بھی اوڑھا ہوتا ، جس کو استغراق کی حالت میں وہ آگے کھینچ کر چھوٹا سا گھونگٹ نِکال لیتا ۔ دوسری تبدیلی اُس نے اپنے ہاتھ سے یہ کی کہ گیٹ کا بورڈ اُتروایا اور لِکھی ہوئی عبارت مِٹوا کر نئی عبارت لکھوائی ۔ 'حُجرۂ پاک حضرت پِیر کرامت علی شاہ بُراقی عُرف بابا چدر پوش بائی گدی شریف کچا کھوہ ، سلسلۂ کرامتیہ ، موضع کچا کھوہ ۔ پنجاب' ۔

کرامت علی شاہ اگر اسمِ بامُسمّےٰ تھا تو اُس کا حریف پِیر جسامت علی بھی اِس حساب سے کُچھ کم نہ تھا ۔ وہ جِتنا اُونچا تھا اُتنا ہی چوڑا تھا اور بڑے بڑے گھروں کے دروازوں میں اٹک جاتا تھا ، بلکہ صُوبائی اسمبلی میں ، جہاں وہ علاقے کا ایم ۔ پی ۔ اے ۔ تھا ، 'اسمِ مُسمّےٰ' کے لقب سے ہی مشہور تھا ۔ جسامت علی شاہ پر فتح پانے کے بعد کرامت علی شاہ کے دِل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ وہ سیاست میں داخل ہو اور پِیر جسامت علی کا مقابلہ کرے ۔ ایک عرصے تک وہ اِس خواہش کو دِل ہی دل میں پالتا رہا ۔ اُسے اپنی جوانی [illegible] یاد آگیا ، اور اُس کے دِل میں میدان مارنے کی غالباً آخری اُمنگ اُبھری ۔ [illegible] نے رحمت علی اور اُس کے بھائیوں سے اس بارے میں مشورہ بھی لیا ، جِنہوں نے پُورے دِل سے اُس کی ہاں میں ہاں مِلائی ۔ پھر آخری وقت پہ اُس نے [illegible] سِلسلے میں اِستخارہ کیا ۔ اِستخارے کے دوران اُسے صرف اپنے نَو عُمر بیٹے [illegible] علی کی شکل ہی نظر آتی رہی ۔ اس اشارے کے بعد کرامت علی شاہ [illegible] ذہن بدل دیا ۔ اُسے اپنے دِل میں اِس بات کا یقین ہوگیا کہ اُس کی اپنی [illegible] کچے کھوہ کی گدی کی نشوونُما اور حفاظت کے لئے وقف تھی ، جبکہ سیاست کی گدی پہ مقرر

ہونا اُس کے بیٹے کے مقدر میں تھا ۔ اُس وقت سے اُس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے بیٹے کی پرورش میں اپنے تمام تر تجربے کا نچوڑ شامل کر دے گا اور اُسے ایک ایسا شخص بنائے گا جو آسمانوں پہ لپک مارنے کے قابل ہو جائے گا ۔

ایک زمانہ پھر ایسا آیا کہ مُلک میں جرنیلوں کی حکومت ہوگئی ۔ جس طرح سیاست دانوں نے اسلام اور توحید کے مبارک نام پہ قوم کو یکجا رکھنے کی کوشش کی تھی ، جب جرنیل سیاست پر قابض ہوئے تو انہوں نے بھی یہ بنا بنایا حربہ مُستعار لے لیا ۔ مُلک کی مسلح افواج نے ایک ایسا پلٹا کھایا کہ اُن کی انگریزیت دیکھتے دیکھتے غائب ہوگئی ۔ جہاں وہ پہلے صرف انگریزی بولتے اور کلبوں میں پی پلا کر ناچ کرتے تھے ، اب یکایک اُنہی افسروں نے نمازیں پڑھنی اور حج و عُمرہ وغیرہ کے فریضے ادا کرنے شروع کر دیئے ، جیسے کہ چند ہی روز میں اُنہوں نے اللہ کے دِین کو دریافت کر لیا ہو ۔ صدرِ مملکت پیر پرست جرنیل تھے ۔ اُن کی دیکھا دیکھی فوج کے سینیئر افسران نے بھی مُرشد پکڑنے شروع کر دیئے ۔ اس زمانے میں کرامت علی شاہ کی مُرشدی خوب چمکی ۔ اس کی انگریزی تعلیم ، حالات عالم میں اس کی دلچسپی ، اور جدیدیت کا انداز جو کرامت علی شاہ انہی لوگوں کے لئے مخصوص رکھتا تھا ، اِس طبقے کو بھا گیا ۔ کچے کھوہ کے حلقۂ ارادت میں بھی نواح کا ایک جرنیل اور کچھ بریگیڈیئر اور کرنل شامل ہوگئے ۔ ان میں زیادہ تر ملازمت کے اُس مقام پر تھے جہاں اُن کے سامنے دو ہی راستے تھے ، یا تو ان کی ترقی کا امکان تھا ، یا ریٹائر منٹ اور گمنامی کی زندگی کا ۔ جو کچھ بھی تھا ، ان کی شمولیت سے کچے کھوہ کی گدی کو ایسی ٹھوس جامعیت اور سرپرستی حاصل ہوئی کہ اب سات پُشتوں تک اسے ہلانا کِسی کے خواب و خیال کی بات بھی نہ تھی ۔ ایک روز پیر کرامت علی اپنی جگہ سے اُٹھا اور حُجرے کی کھڑکی میں جا کھڑا ہوا ۔ وہاں سے اُس نے اپنے لمبے چوڑے احاطے ، اس کے اندر بنے ہوئے بیسیوں لوگوں اور پیپل کے دو درختوں کے سائے میں پکتی ہوئی دال کی چھ دیگوں کو دیکھا اور ایک لمبا ، اطمینان بھرا سانس لیا ۔ پھر اُس نے دیوار پہ لگے ہوئے چھوٹے سے شیشے میں ایک لمحے کو اپنے چہرے پہ نظر ڈالی ۔ اس کی ڈاڑھی میں سفید بال نِکل آئے تھے ۔ وہ حُجرے سے نِکل کر احاطے کے گیٹ پہ آ کھڑا ہوا ۔ اُسے دیکھ کر احاطے میں بیٹھا ہوا ایک ایک آدمی ادب سے کھڑا ہوا ۔

2009/08/27 19:48

کرامت علی شاہ نے نظر اُٹھا کر اُوپر دیکھا ، اَور گیٹ کے بورڈ کو اُتروانے کا حکم دیا ۔ پھر اُس نے لکھی ہوئی عبارت مِٹوا کر ، آخری بار ، ایک نئی عبارت لکھنے کا حکم دیا : 'دربار شریف حضرت پیر کرامت علی شاہ بُراقی المعروف بلیا چندر والے ، گدی سلسلۂ کرامتیہ'۔

رکھوال کا مُختصر انجام :۔

جس روز پیر کرامت علی شاہ کا کُوچ رکھوال سے ہوا اُس روز گاؤں کی ساری آبادی روتی ہوئی باہر نِکل آئی تھی ۔ کئی عورتوں نے بین کرنے شروع کر دیئے ۔ باقی کی دیواروں کے ساتھ ساتھ اَور کھیتوں کی بتیوں پر کھڑی ، سر ڈھانپے ، ماتمی چہروں سے کُوچ کا نظارہ کر رہی تھیں ، جیسے گاؤں کا جنازہ اُٹھتے دیکھ رہی ہوں ۔ رکھوال کی تاریخ میں کُل تین قابلِ ذکر واقعے ہوئے تھے ۔ ایک تو گاؤں کے دو لڑکوں کا فوج اَور پولیس میں اعلےٰ عہدوں تک پہنچنے کا واقعہ تھا ۔ دوسرا پیر کرامت علی شاہ کی آمد کا تھا ۔ تیسرا واقعہ اَیسا تھا جس کا ذِکر کوئی نہ کرتا تھا ۔ یہ ایک اَیسے راز کی شکل اختیار کر گیا تھا جسے گاؤں کے لوگ بُھول جانا چاہتے تھے ۔

پیر کرامت علی کی ہجرت کے بعد رکھوال کا غرور اب دو اعلےٰ عہدے داران کے بَل پر رہ گیا تھا ۔ کچھ عرصے کے بعد بریگیڈیئر فضل محمد ترقی پا کر جرنیل کے عہدے کو پہنچ گیا ۔ سید نبی احمد کو بھی خُدا نے عزت دی اَور وہ جائنٹ سیکرٹری ہوگیا ۔ کچھ مدت کے لئے تئے سِرے سے گاؤں میں بجلی ، پکی سڑک اَور ٹیوب ویل سکیم کی آمد کی خبریں گرم ہوئیں ۔ پھر اگلے چند سال کے اندر اندر سب تہس نہس ہوگیا ۔ فضل محمد جرنیل حکومت کے خلاف ایک سازش میں ملوّث ہونے کے جُرم میں قید ہوگیا ۔ سید نبی احمد کو بدعنوانی کے الزام میں قبل از وقت ریٹائر کر دیا گیا اور وہ گاؤں کی زمین بیچ باچ کر ، اپنے بوڑھے باپ کو لے کر مُستقل طور پر لاہور کوٹھی میں مُنتقل ہوگیا ۔ پیچھے موضع رکھوال میں کچھ بھی نہ رہا ۔ مردوں کی آنکھیں گدلی پڑ گئیں ، بچوں کو مختلف بیماریوں نے آپکڑا ، اَور عورتوں کی چھاتیاں سُوکھ کر سینے سے لگ گئیں ۔ بس وہ ایک واقعہ جس پہ سب بڑے بوڑھوں نے زبان بندی کی مُہر لگا رکھی تھی ، اب پھیل کر گاؤں کے آسمان پر منڈلانے لگا ۔ موضع رکھوال کی قِسمت کچھ سالوں تو خوب چمکی ، پھر بُجھ کر راکھ ہوگئی ۔

2009/08/27 19:48

باب چہارم

سلامت علی کی واپسی :۔

جون کے دِن تھے ۔ بلا کی گرمی پڑ رہی تھی ۔ دیہات کی سڑک پر ایک موٹر دھُول اڑاتی ہوئی چلی جا رہی تھی ۔ گاڑی کے شیشے گہرے نیلے رنگ کے تھے جو سواریوں کو دُھوپ کی چمک سے محفوظ رکھے ہوئے تھے ۔ آگے ڈرائیور چلا رہا تھا ۔ پچھلی سیٹ پر ایک اُنیس بیس سالہ نوجوان اکیلا بیٹھا تھا ۔ یہ صاحبزادہ سلامت علی تھا ، جو بی ۔ اے ۔ کا آخری امتحان ختم کر کے گاؤں واپس لَوٹ رہا تھا ۔

سلامت علی کُھلے رنگ کا خوش شکل نوجوان تھا ، جِس کے زیب تن اَیسا لباس تھا جِس سے اُس کی حیثیت پہلی نظر میں پہچانی جا سکتی تھی ۔ بنیان کے اوپر سفید ململ کا کُرتہ ، سفید لٹھے کی شلوار ، پاؤں میں سیاہ چمڑے کی چپلی ۔ آنکھوں پہ دُھوپ کا چشمہ ، جو قیمتی دکھائی دیتا تھا مگر بڑے بڑے پھیلے ہوئے جدید طرز کے شیشوں کی بجائے گول سیاہ شیشوں والا تھا ، گویا زیبائش کی بجائے دُھوپ سے بچنے کی خاطر خریدا گیا ہو ۔ اُس کا سر کروشیئے سے بُنی ہوئی ہلکی سی گول سفید ٹوپی سے ڈھکا تھا ۔ اُس کے گالوں پہ ہلکے ہلکے نرم اور باریک بالوں کی اُگان تھی ۔ یُوں لگتا تھا کہ اِن رخساروں نے اُسترے کی شکل کبھی نہیں دیکھی تھی ۔ اُس کی پیشانی اور ابرُو کی بناوٹ سے ، جبڑے کی جمان اَور ہونٹوں کے خوشنود خم سے یہ تاثر واضح تھا کہ دُنیا کی بہت کم چیزیں اَیسی ہونگی جو مضبوط دل اَور ٹھنڈے دماغ والے شخص کو بلا ضرورت تحریک دلا سکیں گی اُس کی شبیہہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُس کی ساری شخصیت اُس کے نام ، صاحبزادہ سلامت علی شاہ ، کے عین مطابق وضع کی گئی ہو ۔

2009/08/27 19:49

یہ بات حقیقت سے دُور بھی نہ تھی ۔ پیر کرامت علی شاہ نے اپنے فرزند کی تربیت میں اپنی ہستی کا سارا زور صرف کر دیا تھا ۔ سکول اور کالج کی تعلیم دلوانے کے علاوہ وہ ماہ بہ ماہ ، سال بہ سال اُسے اپنے تجربے کا گویا نچوڑ پلاتے رہے تھے ۔ سلامت علی شاہ اُن کا اکلوتا بیٹا تھا ۔ اپنے گھر کے اندر وہ گم ہی جاتے تھے ۔ بیوی سے اُن کا لین دین نہ ہونے کے برابر تھا ۔ حُجرے میں کو بچہ داخل ہو سکتا تھا ، مگر کھلے طور آنے جانے کی ممانعت تھی ۔ چنانچہ شروع سے ، جب بچہ ابھی سات آٹھ برس کا تھا ، پیر کرامت علی نے ایک دو گھنٹہ روزانہ اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف کر دیا ہوا تھا ۔ ظُہر کے وقت وہ بچے کو لے کر احاطے میں پیپل کے بڑے درخت تلے بیٹھ جاتے اور دِن ڈھلے اُٹھتے ۔ اِس دوران میں وہ بچے کو سکُول کا کام کرواتے ، پڑھاتے ، دوڑ لگواتے ، اور باقی کا وقت گفتگو پر صرف کرتے ۔ جب سلامت علی بڑی جماعتوں میں ہوگیا تو اُس کو ایک ماسٹر وہاں ایک گھنٹہ پڑھانے کے لئے آتا ، اُس کے بعد پیر صاحب ایک گھنٹہ اُس کے ساتھ بات چیت کرتے ۔ اپنی دانست میں وہ بچے کو سب ایسی باتیں ذہن نشین کرا دینا چاہتے تھے جو اُنہوں نے زندگی بھر میں سیکھی تھیں ۔ 'میری زبانی نصیحت پر بلا تامّل عمل مت کرو' ، وہ ہر روز اُس سے کہتے ، 'کِسی کی زبانی نصیحت کو بِلا تامّل مت اپناؤ ، گو اس میں حرج کوئی نہیں ، مگر بہتر یہ ہے کہ تجربے سے سیکھو ۔ دیکھ کر چیزوں کو اُٹھاؤ اور برتو ، پھر دل کو درست لگیں تو اپنا لو ، ورنہ ایک طرف کو چھوڑ دو' ۔ پیر صاحب کے دِل میں اب صرف ایک ہی تمنا تھی ، کہ اُن کا بیٹا وہ سب کچھ تو کرے جو اُنہوں نے کِیا ، اس کے علاوہ وہ کچھ بھی کرے جو وہ خود نہ کر سکے تھے ۔ سب سے بڑی خواہش جو وہ اپنے دِل میں پالتے رہے تھے وہ تھی کہ سلامت علی سیاست میں داخل ہو ، مقابلے کا میدان مارے ، اور سرخرُو ہو ۔ فقیری تو مِل گئی ، اب وزیری رہ گئی تھی ۔ اُس کے بعد دُنیا جہان اُن کی ہتھیلی کے اندر ہوگا ۔ اس مقصد کے لئے اُنہوں نے بیٹے کو ایسے پروان چڑھایا تھا جیسے کِسی اصیل گھوڑے کو دوڑ کے لئے پالا جاتا ہے ۔

انہوں نے سلامت علی کو بتایا کہ ہر بات کو ناپو اور تولو ، دِل میں رکھو ، تاکہ وقت آنے پر اس کا مناسب استعمال کر سکو ۔ اپنی رائے

2009/08/27 19:49

محفوظ رکھو ، کِسی خدا کے بندے کو دِل کا حال نہ بتلاؤ ، ورنہ بُہت سی طاقت ہاتھ سے چلی جائے گی ۔ لوگوں کے دِل کا حال جانو اَور اسے بھی اپنے پاس محفوظ رکھو ، تاکہ لوگوں کی طاقت تمہارے ہاتھ میں آجائے ۔ جلد بازی سے کام نہ لو ۔ جب کوئی چیز سامنے آئے تو رُکو ، دو قدم پیچھے ہٹ جاؤ اَور اُس پہ نظر ڈالو ، چاروں جانب سے گھوم کر اُسے پرکھو ، اور اُٹھانے سے پہلے کھوٹی کھری کا عِلم حاصل کرو ۔ کِسی فریق میں جاکر شامِل نہ ہو جاؤ ، جب تک کہ اس فریق کا پلّہ بھاری نہ ہو جائے ، کیونکہ شِکست کھانے والے اپنے خیالات کو ساتھ لے کر ہی فنا ہو جاتے ہیں جبکہ جیتنے والوں کے فَیصلے دُنیا میں چلتے ہیں ۔ طاقت حاصل کرنے کی ابجد سیکھو ، پِھر اس کی گرامر پر حاوی ہو جاؤ ۔ پیر کرامت علی شاہ نے یہ خیالات ہر روز دُہرا دُہرا کر گویا اپنے بیٹے کے خون میں داخل کر دیئے تھے ۔ جب وہ بچہ جوان ہوا تو صرف یہی نہیں کہ اُس کے اُنیس سالہ دل و دماغ میں یہ احساس جاری و ساری تھا کہ وہ ایک بڑی بھاری گدّی کا وارث ہے ، بلکہ اُس کی دُنیا داری کی کھال ایک طرف سے مہین اور قابل رشک جذبات کی حامِل ، اَور دوسری جانب سے اَیسی مضبوط تھی کہ جَیسے نفیس ترین بُنتر والا ریشم ۔

سب سے پہلے سلامت علی شاہ نے جِسمانی طاقت کی 'ابجد' سیکھی ۔ ('یہ تمہیں نَو عُمری سے لے کر فخر کے ساتھ سر اُونچا کر کے چلنا سکھائے گی' ۔ پیر کرامت علی شاہ نے اُس سے کہا تھا ۔) بچپن میں دوڑ اَور لڑکپن میں کبڈی اَور کرکٹ میں مہارت حاصل کی ۔ گو اِن کھیلوں میں وہ انعام یافتہ حد تک نہ پہنچ سکا مگر اِن سے ایک طرف اُس کی جِسمانی صحت کی بُنیاد مضبُوط ہوگئی تو دوسری طرف مقابلے کے میدان کا طور طریقہ آگیا ۔ جب وہ کالج میں پہنچا تو اُس نے پڑھائی پر زور دینا شروع کیا ۔ طالبعلمی سیاست میں اُس کی [illegible] بُہت تھی ۔ ایک تو اپنی وزن دار شخصیت ، دوسرے کچّے کھوہ کا صاحبزادہ [illegible]نے کے واسطے سے طالبعلموں میں اُس کی ساکھ تھی ۔ لیکن اپنے والد کی نصی[illegible] پر عمل کرتے ہوئے وہ کبھی اِس سطح کی سیاست میں نہ کُودا ، بلکہ اپنے مُختص[illegible]ے گروہ کی معیّت میں کنارے کِنارے کھڑا رہ کر ڈوری پھینکتا رہا ۔ اُسے اِس بات کا عِلم تھا کہ یہ میدان صرف ان باتوں کے دیکھنے بھالنے اَور ان کے جا[illegible] تھا ، اصل میدان تو کبھی بعد میں اَور کِسی اَور جگہ پہ تھا ۔ اُس کے گروہ [illegible]یا تو وہ چند لڑکے تھے جو اُس کے ہم خیال تھے ، یا وہ تھے جو کچّے کھوہ کی گدّی کے حلقۂ

2009/08/27 19:49

اثر والے علاقوں سے تعلق رکھتے تھے ۔ پیر کرامت علی نے دور اندیشی سے کام لے کر ، اور اپنے بیٹے کے مستقبل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ، لاہور چھاؤنی کے علاقے میں ایک کوٹھی کرائے پر لے لی تھی ، جہاں سلامت علی دورانِ تعلیم رہائش پذیر رہا تھا ۔ اُس کے اپنے دوستوں کا حلقہ ، جو ایک ٹھوس اور یکجان گروہ کی حیثیت رکھتا تھا ، اپنی ساکھ کی بدولت ایک خاص اہمیت کا مالک تھا ۔ یونیورسٹی سیاست کا بڑا بڑا اِن کا دم بھرتا تھا ۔ صاحبزادہ سلامت علی کی کوٹھی اِن کا مرکز تھی ، جہاں سے سلامت علی ، جس نے کبھی پتلون کوٹ نہ پہنا تھا بلکہ صاحبزادوں کا روایتی لباس ، شلوار قمیض ، کالی صینک ، اور سردیوں میں اُوپر اُونی واسکٹ پہنے ، ہر روز اپنی سُرخ رنگ کی ہونڈا موٹر سائیکل پر سوار نکلتا اور کالج سے فارغ ہو کر شہر میں پھرتا پھراتا ہوا گھر واپس آجاتا ۔ اسی کوٹھی سے سلامت علی اور اس کے دوستوں نے چار برس تک 'پاور بروکرز' کا کام کیا ، اور قیادت کو اپنے ہاتھ میں لینے کی بجائے اس کی اصل طاقت کا مخزن بنے رہے ۔

اپنے خاص مزاج کی بدولت ہی سلامت علی نے طالبعلموں کے دوسرے بڑے کھیل ، لڑکیوں کے تعاقب میں کبھی حصّہ نہ لیا تھا ۔ اِس مد میں صرف ایک واقعہ اُس کی زندگی میں ہوا تھا ، اور وہ بھی جب وہ دسویں جماعت کا طالبعلم تھا ۔ موضع رکھوال کی ایک لڑکی نسرین سے ، جو نویں جماعت کی طالبہ تھی ، سلامت علی کی جان پہچان ہوگئی تھی ۔ نسرین رکھوال کے ایک درمیانے درجے کے زمیندار کی بیٹی تھی ۔ اُس کا باپ خود بھی آٹھ دس جماعت تک پڑھا ہوا تھا ، اور ہر روز اپنی بیٹی کو تانگے پر بٹھا کر کچے کھوہ کے سکول میں پڑھنے بھیجا کرتا تھا ۔ سلامت علی اُس وقت دسویں درجے کے آخری مہینوں میں تھا ۔ نسرین نقاب نہ پہنتی تھی ، بلکہ گاؤں کے رواج کے مطابق ایک بڑی سی چادر اوڑھے رہتی تھی ۔ چادر کی اوٹ سے نسرین نے جو اپنی گرم گرم آنکھوں کی نظر پھینکی تو سلامت علی کے دِل میں محبت کا جادو جاگ اُٹھا تھا ۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ چند ہفتوں کے اندر اکیلے میں اُن کی پہلی ملاقات ہوگئی ۔ ملاقات کا سلسلہ چند مہینوں تک چلتا رہا ۔ وہ اکثر رات کے وقت رکھوال کے باہر کے ویران کنوئیں پہ ایک دوسرے سے ملتے ۔ رات کے کھانے کے بعد ، جب پیر صاحب حُجرے میں تشریف لے جا چکے ہوتے ، سلامت علی سائیکل پر سوار ہو کر رکھوال

2009/08/27 19:50

کی شوٹ لگاتا اور ویران کنوئیں پہ پہنچ جاتا ۔ نسرین یا تو وہاں پہلے سے موجود ہوتی ، یا کچھ دیر بعد آجاتی ۔ وہاں پہ وہ دو دو گھنٹے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے بیٹھے رہتے ۔ ایک بار ، صرف ایک بار ، سلامت علی نے اُس کی بڑی بڑی آنکھوں سے پھوٹتی ہوئی چمکدار سیاہ روشنی سے مغلوب ہو کر اُنہیں چوم لیا تھا ، اور پھر اُس کے رخساروں کو ، پھر ہونٹوں کے کناروں کو ، جس کے بعد نسرین پھلانگ کر دُور ہو گئی تھی اور دونوں ہاتھوں سے مُنہ کو چھپا کر ، گٹھڑی بن کر زمین پر بیٹھ گئی تھی ۔ کچھ دیر کے بعد جب سلامت علی نے نسرین کی کلائیاں پکڑ کر اُس کے ہاتھ مُنہ سے جُدا کئے تھے تو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا کہ اُس کی ہتھیلیاں آنسوؤں سے تر تھیں ۔ 'کیوں رو رہی ہو ؟' سلامت علی نے پوچھا تھا ۔ 'رو تو نہیں رہی ہوں' ۔ نسرین نے جواب دیا تھا ، 'ہنس رہی ہُوں' ۔

یا پھر ایک بار سلامت علی نے اُسے بازوؤں کے حلقے میں لے کر اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا تھا اور باہوں کا حلقہ تنگ کرتا گیا تھا حتّٰی کہ دونوں کا سانس گھٹنے لگا تھا ، مگر نسرین نے آواز نہ نکالی تھی ۔ آخر میں اُس نے آنکھیں میچ کر چہرہ اُوپر اُٹھا دیا تھا اور دو لفظ بولی تھی ۔ 'ہائے ، سلامت' ۔ غالباً آدھ گھنٹے تک وہ رات کے اندھیرے میں اسی طرح بے حِس و حرکت کھڑے رہے تھے ۔ دونوں عُمر کی ایسی منزل پر تھے جہاں وہ نہ ابھی پُورے جوان ہوئے تھے اور نہ ہی بچے تھے ۔ اِس حالت میں جذبے کی شدّت نے اُن کے سینوں پہ ایسے نشان ڈال دیئے تھے کہ وہ دو راتیں ۔ جواب سُکڑ کر دو لمحے بن چکی تھیں ۔ جن کے نازک راستے سے اُسے نسرین کا لمس حاصل ہوا تھا ، دیر تک سلامت علی کی یاد میں جادُو کے چراغوں کی مانند جلتی رہی تھیں ۔

پھر ایک روز یہ خبر باہر نِکل گئی ۔ نسرین کے باپ نے سکُول سے اُٹھوا کر اُس پہ پہرہ بٹھا دیا ۔ پیر کرامت علی شاہ نے بیٹے کو بلوایا اور ایک بار اُس کے ساتھ دُرشتی سے پیش آئے ۔ انہوں نے اُس سے کہا کہ اُن کی ساری عُمر کی کمائی ، جس کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ اُس کو اس قابل بنائیں کہ اپنی وراثت کا اہل بن سکے ، سلامت علی نے خاک میں مِلا دی تھی ۔ اُنہوں نے اُسے بتایا کہ نسرین کا گھرانہ ارائیں قوم سے تعلق رکھنے کے علاوہ ، کِسی طور بھی قابل نہ تھا کہ اُن کی ٹکّر کا گھرانہ سمجھا جائے ، اور دھمکی دی کہ اگر سلامت نے اِس

2009/08/27 19:50

حرکت کو جاری رکھا تو وہ اُسے حیدر آباد سندھ اپنی پھوپھی کے ہاں بھیج دیں گے
اور کبھی اُس کی شکل نہ دیکھیں گے۔

چند مہینے کے بعد سلامت علی میٹرک کا امتحان فرسٹ کی بجائے سکینڈ ڈویژن میں پاس کر کے کالج میں داخل ہونے لاہور چلا گیا۔ وہ کالج کے دوسرے سال میں تھا کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں گاؤں آنے پر اُسے اُڑتی اُڑتی خبر ملی کہ نسرین کی شادی مِٹھو چک میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں ایک نوجوان سے ہوگئی تھی جو فوج میں لفٹننٹ تھا۔ دو سال کی کالج اور شہر کی زندگی اور پیر صاحب کی تربیت نے سلامت علی کے اندر ایک جذباتی مدافعت پیدا کر دی تھی، جس کی وجہ سے یہ خبر اُسے اِس طرح لگی جیسے اُنگلی پہ کوئی تیکھا سا کانٹا چُبھ جائے، جس سے آدمی لمحے بھر کو اُف، کر کے اُچھل پڑے، مگر اگلے ہی لمحے جِلد کو اُوپر سے مَل کر بُھول بھلا جائے۔ بس چند لحظے کو اُس کی آنکھوں میں ایک دُور کی جھلک پیدا ہوئی تھی، اُس نے سر اُٹھا کر پیپل کے گھنے پتّوں کے بیچ سے آسمان پہ ایک نظر ڈالی تھی، پھر ہولے سے مسکرا کر اِس خیال کو ذہن سے گویا جھٹک دیا تھا۔ اب کالج میں چار سال گُذارنے کے بعد وہ چھٹیوں میں گاؤں آرہا تھا تو اِس خیال سے کوسوں دُور تھا کہ جادُو کے وہ چراغ جو عرصہ ہوا ایک بار لَو دے کر بُجھ چکے تھے، ایک بار پھر اُس کے راستے میں پڑتے تھے۔ اِس بات کا اُسے کیا عِلم تھا کہ وہ چھٹیاں گذارنے نہیں بلکہ عُمر گذارنے گاؤں کو لَوٹ رہا تھا۔ اُس وقت اِن خیالوں سے بے خبر وہ موٹر کی پچھلی نشست پر بیٹھا تھا اور اُس کے چہرے پر ایک ایسے شخص کا پُراعتماد تبسّم تھا جسے عِلم ہو کہ حُجرے کی دیواروں کے اندر دو مختلف جگہوں پہ لوہے کے سیف نصب تھے جو نوٹوں اور زمینوں کی رجسٹریوں سے بھرے تھے، اور گھر کے اندر ایک بھاری قُفل لگی الماری تھی جو اُوپر سے نیچے تک چاندی اور سونے کے زیورات سے بھری تھی۔

کھچک، کھچک، کھچک، موٹر نے چلتے چلتے دو تین دھچکے کھائے۔ اس کا انجن بند ہوگیا۔ چند گز کے فاصلے تک موٹر خاموشی سے لُڑھکتی رہی۔ ڈرائیور نے سٹیرنگ گھمایا اور سڑک سے اُتار کر کھڑی کر دی۔ دو ایک بار اُس نے چابی گھمائی، مگر گاڑی سٹارٹ نہ ہوئی۔ "کیا ہوگیا"۔ صاحبزادہ سلامت علی نے اخبار پڑھتے پڑھتے پوچھا۔

2009/08/27 19:50

'پتا نہیں جی ۔ پہلے تو کبھی کھڑی نہیں ہوئی؟'
سلامت علی نے اخبار سے نظریں اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا ۔ 'کونسی جگہ ہے؟'
'وہ سامنے مِٹھو چک ہے صاحبزادہ جی'۔

مٹھو چک؟ سلامت علی نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ بھلا مِٹھو چک میں کونسی ایسی بات تھی جو اُس کے ذہن میں کھٹکتی تھی؟ ڈرائیور نے انجن کا ڈھکنا اُٹھا کر اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے ۔ پلگ اور پوائنٹ دیکھے ، فِلٹر اُٹھا کر کاربوریٹر میں پھونکیں ماریں ، پھر کپچوئے کی شکل کا پُرزہ ہاتھ میں اُٹھا کر سلامت علی کی کھڑکی کے پاس لے آیا ۔

'ڈِسٹی بُوٹر کا ہیڈ تڑخ گیا ہے'۔

'پھر اب؟'

'لینا ہی پڑے گا جی'۔

'اِس وقت کہاں سے مِلے گا؟'

'پتا نہیں جی ،' ڈرائیور سڑک کی جانب دیکھ کر بے خیالی سے بولا ۔ 'پیچھے ایک پمپ ہے ۔ شائد وہاں سے مِل جائے ۔'

'کِتنی دور ہے؟'

'کوئی دو میل ہوگا ۔'

'اور کوئی صورت نہیں؟' سلامت علی نے پوچھا ۔

'اِس کے بغیر تو گاڑی نہیں چلے گی جی ۔'

'تو پھر جاؤ ۔'

'آپ ۔ ۔ ۔'

'میں یہیں بیٹھتا ہُوں ۔'

'آپ کو چھوڑنے کا مجھے حکم نہیں جی ۔ بڑے شاہ جی میری جان لے لیں گے ۔'

'بڑے شاہ جی کو بتانے کی کیا ضرورت ہے ،' سلامت علی نے مُسکرا کر کہا ۔

'بڑے شاہ جی سے کوئی بات چُھپی ہوئی نہیں جی ،' ڈرائیور کی نظر ایک سواریوں سے بھرے تانگے پر پڑی جو مخالف سمت کو جا رہا تھا ۔

'یہ تانگہ خالی کروا لیتا ہُوں ۔ آپ کو چھوڑ کے آجاؤں گا ۔'

2009/08/27 19:51

'نہیں بھئی،' سلامت علی نے دُہرا کر کہا۔ 'مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ یہاں انتظار کرتا ہوں۔ تم جاؤ۔'

'جیسے آپ کا حکم شاہ جی۔ میری جان کا خیال رکھیئے گا۔'

'جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا۔'

'بس شاہ جی، آیا کہ آیا۔'

ڈرائیور نے شہر کی جانب جاتی ہوئی ایک ٹریکٹر ٹرالی کو روکا اور اُس پہ سوار ہوگیا۔ چلنے سے پہلے کسان جو ٹریکٹر چلا رہا تھا نیچے اُتر آیا۔ اُتر کر اُس نے جُھکتے جُھکتے دوہرا ہو کر صاحبزادہ سلامت علی شاہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر چُوما، پھر موٹر کی کھڑکی میں ہاتھ داخل کر کے صاحبزادہ کے گھٹنوں کو چُھوا، اپنی اُنگلیوں کو جو گھٹنوں سے چھوئی تھیں لبوں تک لے جا کر چُوما، اور خاموشی سے ٹریکٹر پر سوار ہو کر روانہ ہوگیا۔

اب سورج غروب ہو رہا تھا۔ سلامت علی نے دونوں جانب کی کھڑکیاں گرا دیں۔ ہوا کی تپش اُسی طرح قائم تھی، مگر اندر ہوا کے دوران سے سانس گھٹنے والی گرمی میں کچھ کمی آگئی۔ سلامت علی نے تھرموس کھول کر برف والا پانی گلاس میں اُنڈیلا۔ پھر وہ کھڑکی سے لگ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے ایک بازو کھڑکی میں رکھا اور گھونٹ گھونٹ ٹھنڈا پانی پیتے ہوئے سُست سی نظر دُور دُور تک اُس چٹیل سر زمین پر دوڑائی۔

مٹیالے رنگ کی اتھاہ زمین کے اُوپر جگہ جگہ پر ہوا کے مرغولے گرد کے بھنور لپیٹ میں لِئے آسمان کی جانب اُٹھ رہے تھے۔ یہ جھٹپٹے کے بے اصل وقت کا اثر تھا یا تیزی سے بدلتی ہوئی روشنی کا طِلسم، سلامت علی کے دماغ میں دُور دراز کے خیال کھلے بندوں آنے اور جانے لگے۔

یہ زمین جہاں وہ پَل کر جوان ہوا تھا، جِس کے چپّے چپّے سے واقف تھا، اِس زمین سے اُس کا رشتہ بھلا کِس صورت کا تھا؟

شہر اور کالج کی چار برس کی زندگی نے اُسے زندگی کے ایسے رُخ دکھا دیئے تھے جِن سے گاؤں میں رہ کر اُس کی واقفیت بھی نہ ہو سکتی تھی۔ پھر سیاست میں دلچسپی اُسے ایسے ایسے مقامات پہ لے گئی تھی جہاں پہ خُدائی کی بیشتر شکلیں

2009/08/27 19:51

اُس کے سامنے روشنا ہوگئی تھیں ۔ قدرت نے اُسے عجیب و غریب ذہن دے رکھا تھا ، جو قوی بھی تھا اور ساتھ ہی ساتھ نازک مزاج بھی تھا ۔ یہ ذہن اکثر اُسے اُلٹے سیدھے سوال کرنے پر اکساتا رہتا تھا ۔

یہ زمین ، جو بوند بوند پانی کو ترستی تھی ، جب پانی مِلتا تھا تو اِتنا کہ اُس میں گُھل مِل کر بہہ جاتی تھی ، جِس پہ آدمی پتّے پتّے کے سائے کو سہکتا تھا ، اِس زمین پہ خُدا کی سلطنت کیسے قائم تھی ؟ یہ لوگ کِس بھرم میں آکر اُس کا ہاتھ چُومتے تھے ؟ یہ زمین جِس پہ سُورج اُس زمانے میں آگ برساتا تھا جِس زمانے میں زمین خوراک اُگلتی تھی اور لوگوں کے بھیجے اُبل پڑتے تھے ، اِس زمین پر لوگ کیونکر اُس کے گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے تھے ، ان بے آواز سوالوں سے سلامت علی کے دِل میں ایک زمین دوز قِسم کا لرزہ پیدا ہوتا تھا ۔ اُس کے اندر ایک شعُور ایسا بھی تھا جو بار بار کہتا تھا کہ اَیسے سوال کرنے کا اُسے حق نہیں پہنچتا ، کہ اُس کی وراثت مُختلف ہے ، یہ بوجھ سہار نہیں سکتی ۔ لیکن اِس قِسم کے بیکار وقتوں میں ، جب اُس کا جی گرمی کی شدّت سے اُکتاہٹ میں مُبتلا ہوتا تھا ، اُس کا ذہن اُسے اکسانے اور ان سوالوں کا کھیل کھیلنے سے باز نہیں آتا تھا ۔ اِس سر زمین سے کیونکر اُسے ایک شدید لگاؤ تھا ؟ یہ سر زمین جِس کی گلیوں میں کُوڑے کے ڈھیر لگے ہیں ، انواع و اقسام کے کھانوں پہ مکھیاں بیٹھا کرتی ہیں جو لوگوں کی غذا کا حِصّہ بنتی ہے ، جہاں اسّی اسّی سالہ سایہ دار درخت کاٹ کر گرا دیے جاتے ہیں اور میلوں تک سبزے کا نشان نہیں مِلتا ، جہاں گرد حیوان و مکان کے خفیہ ترین سوراخوں میں داخل ہو کر جم جاتی ہے ۔ اِس سرزمین کی اُس کے دِل میں چاہت کِس وجہ سے تھی ؟؟ ؟

اب رات پڑ چکی تھی ۔ لُو کی بھٹی اُسی طرح دہک رہی تھی ۔ آسمان کے دامن سے طلوع ہوتا ہوا سولہ روز کا چاند آگ کا گولہ دکھائی دے رہا تھا ۔ سلامت علی کی تھرموس میں ٹھنڈا پانی تقریباً ختم ہو چُکا تھا ۔ ایک تانگہ موڑ دیکھ کر آہستہ ہوا ، پھر تھوڑی دُور پر جا کر رُک گیا ۔ چاند کی روشنی میں کِسی صاحبزادہ سلامت علی کو ، جو کھڑکی سے مُنہ نِکالے بیٹھا تھا ، پہچان لیا تھا ۔ تانگہ بان اور پانچ چھ سواریاں سب تانگے سے اُتر کھڑے ہوئے ۔ موٹر کے پاس آ کر سب نے باری باری جُھک کر دونوں ہاتھوں میں صاحبزادے کا ہاتھ پکڑ چُوما ، پھر اُس کے گھٹنوں کو چُھو کر اپنی انگلیوں کو لبوں سے لگایا ۔

2009/08/27 19:52

'موٹر خراب ہوگئی ہے صاحبزادہ جی ؟' تانگہ بان نے پوچھا ۔

'ہاں ۔ ڈرائیور پُرزہ لینے گیا ہوا ہے ۔'

'تانگہ حاضر ہے سرکار ، آپ کو چھوڑ کے آتا ہوں ۔'

'ڈرائیور آتا ہی ہوگا ۔ تُم جاؤ جہاں جا رہے ہو ۔'

'نہیں سرکار ،' سب کسان یک زبان ہو کر بولے ۔ 'ہم پیدل چلے جائیں گے ۔ تانگہ حاضر ہے ۔'

'نہیں بھئی ، تم اپنا رستہ لو ۔ ڈرائیور آنے ہی والا ہے ۔'

'جیسے حکم سرکار ۔ کہو تو گاڑی کو دھکا لگا کے دربار پہ چھوڑ آئیں ۔'

'نہیں نہیں ۔ کوئی ضرورت نہیں ۔'

'شکر ہے بابا چدّر والے کا حضور ، ہماری تو آخرت کے والی وارث آپ ہی ہیں ۔'

'اللہ کے حوالے ،' سلامت علی نے ہاتھ کے اشارے سے اُنہیں جانے کو کہا ۔ سب کے سب پچھلے پاؤں چلتے ہوئے تانگے تک گئے اور اس میں سوار ہو کر چل دیے ۔

اُنہیں جاتے ہوئے دیکھ کر یکایک سلامت علی کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی مانند کوندا ۔ یہ غریب کسان زندگی کی خوبصورتی سے کِس درجہ عاری تھے ، اُس نے سوچا ! یہ سرزمین خوبصورتی کو جنم دینے میں اِسقدر خسیس واقعہ ہوئی تھی کہ یہ لوگ اس کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے ، پھر آخر ہم جیسے لوگوں سے انہیں آخرت کی خوبصورتی کا وعدہ حاصل ہوتا تھا ۔ اِسی پہ یہ خُدا کی سلطنت قائم تھی ۔

سلامت علی ، ساری شام میں پہلی بار ، موٹر کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور سڑک کے ساتھ ساتھ ٹہلنے لگا ۔ اُس کے دل میں تحریک تھی ۔ محسوس کر رہا تھا کہ زندگی میں پہلی بار اُس کے اندر بُہت سے شک و شُبہ کا بوجھ تحلیل ہوتا جا رہا تھا ۔ وہ ایک لامکانی حُسن کا وعدے دار تھا ، اِس خیال نے اُس کے دِل کو سہارا دیا تھا ، جو آہستہ آہستہ ، جیسے جیسے ہوا کی تپش میں کمی آرہی تھی ، فضا میں اٹکی ہوئی دِن بھر کے گرد زمین پہ بیٹھتی اور آسمان صاف اور روشن ہوا جاتا تھا ، ایک پُرمسرّت اعتماد میں بدلتا جا رہا تھا ۔ اِس خیال میں کیسی جادو کی طاقت تھی ۔ یہی وجہ تھی ، اُس نے محسوس کیا ، کہ یہ سرزمین اپنے رِشتے کے اندر اُسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھی ۔

2009/08/27 19:52

سلامت علی کے ڈرائیور کو شہر کے اندر جا کر لوٹنا پڑا تھا ۔ جب وہ گاؤں پہنچے تو رات ایک پہر جا چکی تھی ، مگر سلامت علی کی ماں اُس کا کھانا لے کر بیٹھی اُس کا انتظار کر رہی تھی ۔ سلامت علی نے ٹھنڈے پانی کا غسل کر کے کھانا کھایا ۔ پھر وہ صحن میں بیٹھ کر ماں سے باتیں کرنے لگا ۔ گھر میں کام کرنے والی دو عورتیں اور دو نئی لڑکیاں فارغ ہو کر ایک طرف چارپائیوں پہ بیٹھی سونے کی تیاری کر رہی تھیں ۔ صحن میں دو مچھر دانیاں لگی تھیں ۔ گھٹتے ہوئے چاند کی تاریک سی روشنی میں بیٹھ کر ماں کی باتیں سُنتے اَور اُن کا جواب دیتے ہوئے سلامت علی کے ذہن سے پچھلی کئی راتوں کی یاد سرسراتی ہوئی گُذر گئی ۔ پیٹ بھر کھانے ، ماں کی صُحبت ، اَور یادوں کے اِس ماحول نے اُس کے ذہن میں ایک یکسوئی پیدا کر دی تھی ۔ بِگڑی ہوئی گاڑی میں رات گئے تک بیٹھے انتظار کرنے کی کوفت اُس کے دِل سے نِکل چکی تھی ۔ کچھ دیر کے بعد وہ اُٹھ کھڑا ہوا ۔

'میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں ماں ،' وہ ہنس کر بولا ۔ 'شاہ جی کی حاضری دے آؤں ۔' =

احاطے کے اندر پندرہ بیس آدمی چارپائیوں پہ سونے پڑے تھے ۔ صرف دو درویش لڑکے ایک دُور بچھی دری پہ بیٹھے دھیمی آواز میں باتیں کر رہے تھے ۔ پیر کرامت علی شاہ حُجرے میں جا چکے تھے ۔ سلامت علی نے حُجرے کے دروازے پہ ہاتھ رکھا تو دروازہ خاموشی سے واہو گیا ۔ حُجرے کے اندر جو منظر اُس نے دیکھا اُس منظر نے اُسے اُلٹے پاؤں لوٹنے پہ مجبور کر دیا =

رات کے وقت حُجرے کے اندر پیرِ صاحب کے کِسی بڑے مرید کو بھی داخل ہونے کی اجازت نہ تھی ۔ خود سلامت علی نے رات کے وقت وہاں پر صرف چند ہی بار قدم رکھا تھا ۔ پھر اتفاق کی بات تھی کہ جِس نظارے سے اُس کا سامنا اُس رات کو ہوا اُسے وہ زندگی میں ایک بار پہلے دیکھ چُکا تھا ۔ یہ دس برس پیشتر کی بات تھی ۔ وہ اُس وقت نَو برس کا تھا ، اَور رات کو نیند کھل جانے کی وجہ سے بھٹکتا ہوا اِدھر آنکلا تھا ۔ اُس گئی گذری رات کو جب وہ ایک بچہ تھا وہ ایک انوکھے جادُو کے زیرِ اثر آیا تھا ۔ اُس کے ننھے بدن میں ہوا کی سی اُڑان تھی ۔ اب اس نظارے کو سامنے پا کر سب سے پہلے اُس نے اپنے جوان بدن میں ایک لمحے کو وہ پرانی اُڑان محسُوس کی ۔ پیر کرامت علی شاہ کے